اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (الروم:21)

وقال الله تعالىٰ فی مقام اخر

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (النسآء:3)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اللہ تعالیٰ سے نفع حاصل کرنے کا طریقہ:

دنیا میں ہر چیز سے فائدہ لینے کا ایک طریقہ ہے۔ پانی سے نفع لینے کا طریقہ اور ہے اور آگ سے نفع لینے کا طریقہ اور ہے۔ ہوا سے نفع لینے کا طریقہ اور ہے اور زمین سے نفع لینے کا طریقہ اور ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کی ذات سے نفع حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس بات کو سمجھانے کے لئے انبیائے کرام علیہم السّلام تشریف لائے۔ ہر ایک نے آ کر یہ بات واضح کی کہ اے لوگو! اگر تم میری زندگی کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لو گے تو تم اللہ رب العزت کی رحمتوں سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھانے والے بن جاؤ گے۔ دنیا میں بھی فائدہ ملے گا اور آخرت میں بھی فائدہ ملے گا۔ گویا دین اسلام ہمیں دنیا اور آخرت کی عزتیں دینے کے لئے آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ فرمایا کرتے تھے،

اعزنا الله تعالىٰ بهٰذا الدين اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دین کی وجہ سے عزتیں عطا فرمائی ہیں۔

یہ ممکن ہی نہیں کہ انسان دین پر عمل کرے، دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے، دین کی خاطر اس کا جینا مرنا ہو اور پھر اس کو دنیا و آخرت کی عزتیں نہ ملیں۔ سچے پروردگار نے اپنے سچے کلام میں فرمایا

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (المنفقون:8) عزت اللہ کے لئے اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے۔

تقویٰ کی برکات:

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی زندگی کا مقصد دین کی شان و شوکت بن جائے۔ اگر ہمارے تمام اعمال شریعت و سنت اور تقویٰ و پرہیز گاری کے مطابق ہوں گے تو اللہ رب العزت کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا،

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الاعراف:96) اور اگر یہ بستی والے ایمان لاتے اور تقویٰ کو اختیار کرتے تو ہم ان کے لئے آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

جو بندہ اپنے آپ کو اللہ رب العزت کے سپرد کر دیتا ہے اللہ رب العزت اس بندے کو ہی متبرک بنا دیتے ہیں۔ اس کی زندگی میں، اس کے وقت میں، اس کے کلام میں، اس کے رزق میں، صحت میں، اور دعاؤں میں برکت ہی برکت ہو جاتی ہے۔ جس طرف اس بندے کے قدم اٹھ جاتے ہیں اس طرف برکتیں آجاتی ہیں۔ لہٰذا اگر ہم اپنے خوشی اور غمی کے موقعوں پر شریعت و سنت کی پاسداری کریں گے تو اللہ رب العزت ہمیں دنیا و آخرت میں سرفرو فرما دیں گے۔

آج کا عنوان:

آج نکاح اور اس کے لوازمات کے بارے میں آپ کے سامنے کچھ بیان کیا جائے گا۔ یہ عنوان خاص طور پر نوجوانوں کے کام آئے گا۔ چونکہ جمعہ کے عام خطبات میں یہ مضمون چھیڑا نہیں جاتا اور نہ ہی نکاح کی محفلیں روزانہ ہوتی ہیں اس لئے اکثر لوگوں کو ان باتوں کا علم نہیں ہوتا۔

ہر چیز جوڑا جوڑا:

اللہ رب العزت نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا بنایا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا (یٰسٓ:36) پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا بنا دیا۔ شریعت کے مطابق میاں بیوی کا اکٹھے ہو کر ایک دوسرے سے ملنا اللہ کے ہاں عبادت کہلاتا ہے۔ دین اسلام کا حسن دیکھئے کہ انسان اپنی ہی خواہش پوری کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر بھی اس کو اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے:

دین اسلام دین فطرت ہے۔ اس نے انسانوں کو مجرد زندگی گزارنے کا حکم نہیں دیا۔ اس نے یہ تعلیمات نہیں دیں کہ تم جنگلوں اور غاروں میں جا کر رہنا شروع کر دو بلکہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا،

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (النسآء:3) پس تم نکاح کرو ان عورتوں کے ساتھ جو تمہیں پسند ہوں، دو ہوں، تین ہوں، چار ہوں، پس اگر تمہیں یہ ڈر ہو کہ تم ان میں عدل نہیں کر سکو گے تو پھر تم صرف ایک سے نکاح کرو۔

شریعت نے مرد سے کہا کہ وہ عورت کے حقوق کا خیال رکھے اور عورت سے کہا کہ وہ مرد کے حقوق کا

خیال رکھے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا،

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ:228) عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔

اگر میاں بیوی دنوں اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے رہیں تو دنیا میں ہی جنت کے مزے آجائیں۔

اچھی بیوی کون ہے؟

اسلام ہمیں اعتدال اور میانہ روی کا درس دیتا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں فرمایا گیا،

خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا سب سے بہتر کام وہ ہے جو اعتدال والا ہو۔

جب انسان عقل کی بنیاد پر فیصلے کرتا ہے تو وہ افراط وتفریط کا شکار ہو جاتا ہے لیکن اسلام ایک بہترین اور کامیاب زندگی گزارنے کی رہنمائی کرتا ہے۔ حتی کہ دین اسلام بیویوں کے انتخاب کے لئے بھی گائیڈ کرتا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

تنكح المراة لاربع لما لها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربه يداك عورت سے نکاح چار وجوہات کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب ونسب کی وجہ سے، اس کے حسن وجمال کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے۔ تیرے ہاتھ مٹی آلودہ ہوں، تو دین کے ذریعے سے عزت پالے۔

گویا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمادی کہ تم دین کی نسبت سے رشتہ ڈھونڈو۔

یاد رکھنا کہ جو لوگ دینداری کی نسبت کے علاوہ کسی اور وجہ سے نکاح کرتے ہیں وہ خوشگوار زندگی نہیں

پا سکتے۔ کیونکہ خوبصورت عورت کو دیکھنے سے آنکھیں خوش ہوتی ہیں لیکن نیک سیرت عورت کو دیکھنے سے انسان کا دل خوش ہوتا۔ اگر ظاہر میں نقش نین اچھے بھی ہوں مگر عمل اچھے نہ ہوں تو زندگی کیسے اچھی گزرے گی۔ یہ ظاہری حسن تو Just skin deep ہے، یعنی اس حسن کی گہرائی فقط اتنی ہے جتنی جلد کی گہرائی ہے، اب خود سوچ لیں کہ جلد کی گہرائی کتنی ہے۔ ویسے بھی اگر نقش نین شروع میں دیدہ زیب ہوں بھی سہی مگر وہی چہرہ بڑھاپے میں چھوہارے کی مانند نظر آتا ہے ان نقش نین کو کیا کرنا جو چند دنوں کے بعد چھوہارہ بن جائے۔ جوانی میں جس کی زلف فتنہ گر ہوتی ہے ذرا بڑھاپا آئے تو وہی زلف دم خر (گدھے کی دم) بن جاتی ہے۔

انبیائے کرام کی چار سنتیں:

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ چار چیزیں سنن المرسلین ہیں۔

الحیاء و العطر و السواك و النكاح

حیا، خوشبو، مسواک، اور نکاح

(۱) شرم وحیا:

دنیا میں جتنے بھی انبیاء گزرے وہ سب کے سب باحیا تھے۔ آج تو یورپ کی دنیا کہتی ہے کہ

Shiness is a sickness. (شرم ایک بیماری ہے)

گویا ان کے نزدیک جتنا کوئی بے شرم ہوگا اتنا ہی وہ صحتمند ہوگا۔ اسلام نے حیا کو عورت کا حسن قرار دیا ہے۔ بلکہ یہاں تک فرما دیا کہ

الحیا ء شعبة من الایمان (حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے)

یہیں سے اندازہ کر لیجئے کہ اسلامی نظریات میں آج کے کفر کی زندگی میں کتنا فرق ہے۔ یاد رکھیں کہ جس معاشرے کی بنیاد ہی بے حیائی پر ہو وہاں مادر پدر آزاد پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے اندر انسانیت نہیں بلکہ حیوانیت ہوتی ہے۔

(۲) خوشبو:

سب انبیائے کرام خوشبو استعمال کیا کرتے تھے۔ دین اسلام نے شروع سے ہی پاکیزگی اور صفائی کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (التوبہ:108) اور اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں سے محبّت فرماتے ہیں۔ آپ سکھوں کو دیکھ لیجئے۔ ان کے ہاں گندا رہنا ان کا دین ہے۔ وہ اپنے جسم کے کسی حصے کے بال بھی عمر بھر نہیں تراشتے۔ آپ خود سوچیں کہ ان بالوں میں کتنی ناپاکی اور گندگی ہوتی ہوگی۔ اسی طرح سادھو بھی نہا دھو کر ستھرے نہیں رہتے۔ مگر دین اسلام کا حسن و جمال دیکھئے کہ کبھی تو نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا۔

الطھور شطر الایمان طہارت ایمان کا حصہ ہے۔

اور کبھی فرمایا،

الطھور نصف الایمان طہارت آدھا ایمان ہے۔

جو اپنے ظاہر کو پاک نہیں رکھ سکتا وہ بھلا اپنے باطن کو کیا پاک کر سکے گا۔

(۳) مسواک:

تمام انبیائے کرام مسواک کیا کرتے تھے۔ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے امت پر بوجھ کا ڈر

نہ ہوتا تو میں مسواک کرنے کو فرض قرار دے دیتا۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی نبی علیہ السّلام گھر میں تشریف لاتے تھے تو مسکراتے ہوئے تشریف لاتے اور آ کر سب سے پہلے آپ ﷺ مسواک فرمایا کرتے تھے تاکہ اہل خانہ کے پاس بیٹھیں تو منہ صاف ہو اور بو نہ آئے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے۔ وہ اس نماز سے ستر گناہ فضیلت رکھتی ہے جو مسواک کے بغیر پڑھی جائے۔

ایک اور روایت ہے کہ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ اپنے منہ کو صاف رکھا کرو اس لئے کہ فرشتہ نماز کی تلاوت سنتا ہے حتیٰ کہ فرشتہ اس کے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ اس قاری کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیتا ہے۔ یہ فضیلت اس نمازی کے لئے ہے جو مسواک کر کے نماز پڑھ رہا ہو۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اپنے منہ کو صاف رکھو تو تمہاری عورتیں زنا کا ارتکاب نہیں کیا کریں گی۔ یاد رکھنا کہ منہ کو صاف رکھنے کی دو سنتیں ہیں۔ منہ کو صاف رکھنا بھی سنت ہے اور منہ میں مسواک مارنا بھی سنت ہے۔ کئی لوگ لکڑی کی مسواک تو کر لیتے ہیں لیکن منہ صاف نہیں ہو پاتے۔ جس کی وجہ سے بدبو آ رہی ہوتی ہے۔ اس سے ایک سنت پر تو عمل ہو جاتا ہے لیکن منہ کو صاف رکھنے والی سنت حاصل نہیں ہوتی۔ پہلے زمانے میں غذائیں سادہ تھیں۔ وہ جو کی خشک روٹی کھاتے یا ستو پھانکتے اور پھر اوپر سے پانی یا دودھ استعمال کرتے تھے جس کی وجہ سے منہ کو صاف رکھنا آسان تھا۔ اس وقت نہ تو آج کے دور کی آئس کریم ہوتی تھی اور نہ ہی مرغن غذائیں۔ آج کے دور کی غذاؤں سے اپنے منہ کو صاف کرنے کے لئے اگر مسواک کام پورا نہیں کرتا تو آپ کو چاہیے کہ برش پر دوائی لگا کر استعمال کریں اور منہ کو بو سے صاف رکھیں۔ ہم نے بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ تو انگریزوں کا طریقہ ہے...... نہیں، ہرگز نہیں ...... بلکہ منہ کو صاف کرنا شروع ہی سے ہمارے مشائخ کا

طریقہ رہا ہے۔

آج کے دور میں عورتیں سمجھتی ہیں کہ مسواک کرنا مردوں کے لئے سنت ہے۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ مسواک کرنا مردوں کے لئے بھی سنت ہے اور عورتوں کے لئے بھی سنت ہے۔ عورتیں لکڑی کے مسواک کی جگہ کیکر، بادام یا اخروٹ کی چھال استعمال کریں ان کے لئے یہی سنت ہے۔ اخروٹ کی چھال دانتوں کو اتنا صاف کر دیتی ہے کہ دانت کتنے ہی میلے کیوں نہ ہوں، آپ اخروٹ کی سبز چھال لے کر منہ میں لگائیں تو ایک منٹ کے اندر اندر دانت ایسے صاف ہو جائیں گے جیسے آپ کسی ڈینٹل کلینک سے دانت صاف کروا کر باہر نکل رہے ہوں۔

(۴) نکاح:

سب انبیائے کرام علیہم السّلام نکاح کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً (الرعد:38) اے میرے محبوب ﷺ! ہم نے آپ سے پہلے کتنے ہی انبیاء کو بھیجا اور ہم نے ان کے لئے بیویاں اور اولادیں بنائیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ جب انبیائے کرام نکاح کرنے کے باوجود اللہ کے محبوب اور مقبول بندے تھے تو آج ہم نکاح کریں گے تو ہمیں اللہ رب العزت کی معرفت کے راستے میں رکاوٹ کیوں پیش آئے گی۔ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا،

اَلنِّكَاحُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ نکاح آدھا ایمان ہے۔

کنوارا آدمی جتنا بھی نیک اور متقی بن جائے، پھر بھی اس کا ایمان آدھا ہوگا۔ اسے کامل ایمان اس وقت

نصیب ہوگا جب وہ نکاح کر کے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے قابل ہو جائے گا۔

آج دین سے دوری کا یہ حال ہے کہ کئی گھروں میں بچیاں دس دس پندرہ پندرہ سال سے جوان ہو چکی ہوتی ہیں لیکن ان کے والدین کہتے کہ ان کا رشتہ باہر نہیں کرنا، یقین جانیے کہ وہ اپنے لئے جہنّم خرید رہے ہوتے ہیں۔

بزرگوں کی احتیاط:

ہمارے حضرات ان معاملات میں بڑے محتاط ہوتے تھے۔ ہم نے اپنے بزرگوں کی حالات زندگی میں پڑھا ہے کہ اگر کسی کے ہاں جوان العمر بیٹی ہوتی اسے جوان ہوئے چند سال ہو چکے ہوتے اور اس کا والد اس کا نکاح نہ کر رہا ہوتا تو وہ اس کے کنویں سے پانی بھی نہیں پیا کرتے تھے کہ اس نے جوان بیٹی کو گھر میں بٹھایا ہوا ہے۔ اور جس بندے نے قرض لیا ہوتا ہے اور وہ ارادتاً قرض نہیں لوٹا رہا ہوتا تھا تو ہمارے بزرگ اس کی دعوت قبول نہیں کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کے گھر کا کھانا کھانا حلال نہیں ہے کیونکہ اگر اس کے پاس پیسے اتنے فالتو ہیں کہ وہ دعوت کر رہا ہے تو وہ قرض ادا کیوں نہیں کرتا۔

نکاح ایسے بھی ہوتا تھا......!!!

جہاں نکاح سستا ہوگا وہاں زنا مہنگا ہوگا اور جہاں نکاح مہنگا ہوگا وہاں زنا سستا ہوگا۔ یہ دین اسلام کا حسن ہے کہ اس نے انسانی ضروریات کو جائز طریقے سے پوری کرنے کے لئے خود ترغیب دی ہے کہ تم اس معاملہ میں جلدی کرو۔ شریعت نے ہمیں یہ کہا کہ تم نکاح کو عام اور سستا کرو تا کہ لوگ آسانی سے نکاح کر سکیں۔

صحابہ کرام کے دور میں تو نکاح کا یہ حال تھا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کسی گھر میں نکاح کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ اس گھر والے آپ کے واقف ہیں لہٰذا آپ میرا پیغام پہنچا دیں۔

انہوں نے کہا، بہت اچھا۔انہوں نے جب ان کے گھر میں جا کر ان کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے بات سن کر کہا کہ ان سے نکاح کرنے کو تو ہمارا دل نہیں چاہتا البتہ اگر آپ نکاح کرنا چاہتے ہیں تو آپ سے کر دیتے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ اچھا پھر مجھ ہی سے کر دیں۔گھر کے مرد وہیں موجود تھے۔چنانچہ ان میں سے کچھ گواہ بن گئے اور وہیں ان کا نکاح کر دیا گیا۔ جب وہ باہر نکلے تو اپنے دوست سے معذرت کرنے لگے کہ معاف کرنا، میں تو آپ کے نکاح کا پیغام لے کر گیا تھا، وہ انہوں نے قبول نہ کیا اور مجھے کہا کہ اگر آپ نکاح کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ سے نکاح کر دیتے ہیں، چنانچہ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں نکاح کر لیتا ہوں۔ آپ اس سوچ میں تھے مگر میرا نکاح ہو گیا ہے، لہٰذا میں معذرت خواہ ہوں۔ وہ جواب میں ان سے معذرت کرنے لگے کہ مجھے معاف کر دینا کہ اس نے آپ کی بیوی بننا تھا اور میں اپنے لیے کوششیں کرتا رہا۔ سبحان اللہ دوستی بھی قائم رہی اور نکاح بھی ہو گیا۔ اس وقت میں نکاح اس قدر سستا کیوں تھا؟ اسلئے کہ زنا بالکل ختم ہو چکا تھا۔

جوان بیٹیوں کو گھر میں بٹھانے کا وبال:

ہم جب بھی شریعت کے مطابق زندگی گزاریں گے تو گناہوں سے بچیں گے اور جب شریعت کو نظر انداز کریں گے تو گناہوں میں پھنسیں گے۔ آج حالت یہ ہوئی ہے کہ ابھی بڑی بچی کے نکاح کا فیصلہ نہیں کیا ہوتا اور نیچے کی چار بچیاں جوان ہو چکی ہوتی ہیں۔ بعض اوقات تو لوگ بڑی بچی کی منگنی کر کے سوچتے ہیں کہ پھر کچھ عرصہ بعد نکاح کر دیں گے اور پھر اگلے سال رخصتی کریں گے۔

یہ سوچ انتہائی غلط سوچ ہے۔ شریعت نے جہیز وغیرہ کی کوئی پابندی نہیں لگائی بلکہ اس نے تو موٹا سا اصول سمجھا دیا ہے کہ جب مناسب رشتہ مل جائے تو تم اپنے سر سے فرض ادا کر دو۔ یاد رکھیں کہ بچیاں جوان ہونے کے بعد جتنا عرصہ اپنے ماں باپ کے گھر میں رہتی ہیں۔ اور وہاں رہنے کے دوران اگر

سوچ میں کوئی گناہ کریں یا ویسے گناہ کریں تو اس گناہ کا وبال ان کے والدین یا سرپرست پر پڑے گا۔ جنہوں نے ان کا فرض ادا کرنے میں کوتاہی کی۔

زنا اور نکاح میں فرق:

زنا اور نکاح میں یہ فرق ہے کہ زنا فقط جنسی تقاضے کو پورا کرنے کا نام ہے۔ جبکہ نکاح میں اس عورت کی ذمہ داری لینی پڑتی ہے، اس کو مہر ادا کرنا پڑتا ہے اور عورت اس کی وراثت میں شامل ہو جاتی ہے۔ یاد رکھنا جہاں بے اعتدالی کی زندگی ہوتی ہے وہاں لوگ نکاح سے گھبراتے ہیں کیونکہ وہ عورت کو ایک کھلونا سمجھ کر اس سے جنسی لذت حاصل کرتے ہیں۔

☆...... فرانس کا ایک انجینئر تھا...... میں اس کی بات سمجھانے کے لئے بتا رہا ہوں ورنہ سچی بات یہ ہے کہ وہ بات نقل کرنے کے قابل بھی نہیں ہے...... وہ کسی جگہ ایک فیکٹری کی Inspection (معائینے) کے لئے آیا۔ وہاں کے انجینئر لوگ اس سے مذاق کرتے تھے کہ تو ایک مہینے کے لئے آیا ہے، جب تو واپس جائے گا تو معلوم نہیں کہ تیری بیوی تیرے پاس ہوگی یا نہیں۔ وہ آگے سے کہتا تھا کہ فکر کی کوئی بات نہیں کیونکہ

Womem are like buses if you miss one, take another one.

عورتیں بسوں کی مانند ہوتی ہیں، اگر تم ایک سے رہ جاؤ تو پھر دوسری پر سوار ہو جاؤ۔

استغفر اللہ، جس معاشرے میں پڑھے لکھے حضرات کا یہ حال ہو وہاں عورت کا کیا مقام ہوگا۔ یورپ کی عورت نے اپنا مقام خود گرایا ہے۔

☆...... ایک مرتبہ مجھے UK کا ایک لکھا پڑھا انجینئر ملا۔ اس نے مجھ سے پوچھا، آپ کے کتنے بچے ہیں؟ میں نے اسے بتا دیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کے کتنے بچے ہیں؟ وہ جواب میں کہنے لگا، میں

ابھی کنوارا ہوں۔ میں نے کہا، آپ کی عمر تو زیادہ لگتی ہے۔ وہ کہنے لگا، ہاں اس وقت میری عمر باون (۵۲) سال ہے۔ میں نے اسے کہا کہ تم انجینئر بھی ہو اور اتنی عمر بھی ہو چکی ہے، تو تم نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ اس نے جواب دیا،

If you can find milk in the market, there is no need to have a cow in your house.

جب تمہیں بازار سے دودھ مل جاتا ہے تو پھر تمہیں گھر میں گائے پالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اندازہ کریں کہ وہ کیسا بے شرمی اور بے حیائی کا معاشرہ ہو گا جہاں پڑھے لکھے لوگ ایسا ذہن رکھتے ہوں۔ اسلام نے اس بے حیائی کی پرزور مخالفت کی ہے اور اس کے مقابلے میں شرم و حیا والی زندگی اپنانے کی تعلیم دی ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی علیہ السّلام کی آنکھوں میں وہ حیا دیکھی جو مجھے مدینہ کی کنواری لڑکیوں کی آنکھوں میں بھی نظر نہیں آئی۔ شریعت نے کہا ہے کہ اگر تم زندگی کا ساتھی چاہتے ہو تو تمہارا **Long time descion** (لمبے عرصے کے لئے فیصلہ) ہونا چاہیے۔ تھوڑی دیر کے ساتھی تو بڑے ملتے ہیں لیکن زندگی کے ساتھی بہت کم ملتے ہیں۔

نکاح کی تشہیر کا حکم:

حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا،

أَفْشُوا النِّكَاحَ بَيْنَكُمْ نکاح کی ایک دوسرے کے درمیان تشہیر کرو۔

اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ نکاح خفیہ طور پر نہیں ہوتا۔ جیسے کچھ لوگوں کے ہاں متعہ ہوتا ہے۔ انہوں نے زنا کا دوسرا نام متعہ رکھ دیا ہے۔ جہاں انسان نکاح کو چھپائے گا سمجھ لینا کہ وہاں کوئی نہ کوئی گڑ بڑ ضرور ہے۔ جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد مسجد میں نکاح کا پڑھنا سنت ہے کیونکہ مسجد میں زیادہ لوگ

ہوتے ہیں اور حکم بھی یہی ہے کہ زیادہ لوگوں کو بلانا چاہیے تا کہ نکاح کی تشہیر ہو جائے۔ اس میں اجر بھی زیادہ ملتا ہے۔

آج جائز موقعوں پر تو زیادہ لوگوں کو بلاتے نہیں اور برتھ ڈے منانے کے لئے مجمع اکٹھا کر لیتے ہیں۔ جب جائز موقعوں پر لوگوں کو نہیں بلائیں گے تو ناجائز موقعوں پر ضرور بلائیں گے۔ اس لئے ایک اصول یاد رکھیے کہ شریعت نے جو جائز خوشیاں بنائی ہیں ان کو خوب خوشی خوشی مناؤ۔ اس لئے کہ اگر جائز خوشیوں کو ٹھیک طرح سے نہیں مناؤ گے تو پھر تم ناجائز خوشیوں کو منایا کرو گے۔

مسجد میں نکاح کا فائدہ:

مسجد میں نکاح کرنے میں ایک خاص بات ہے۔ اگر گھروں میں نکاح ہوگا تو آپ دیکھیں گے کہ کوئی تو بیٹھا گپیں مار رہا ہوگا، کوئی سگریٹ پی رہا ہوگا، کوئی تصویریں بنا رہا ہوگا گویا سب دل غافل ہوں گے۔ حالانکہ نکاح وہ وقت ہوتا ہے جب دو افراد کی نئی زندگی کی بنیاد رکھی جا رہی ہوتی ہے۔ اور اس بنیاد میں ان کو دعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ نکاح کے وقت زیادہ لوگوں کو بلانے کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ زیادہ لوگوں کی دعاؤں سے ان کے نئے گھر کی بنیاد پڑے۔ اس لئے گھر میں اور مسجد میں پڑھے گئے نکاح میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اب دیکھیں کہ آپ یہاں مسجد میں جتنے بھی بیٹھے ہیں، باوضو ہیں اور سگریٹ پینے والے بھی اس وقت سگریٹ نہیں پی سکتے کیونکہ یہ مسجد ہے، دل اللہ کی طرف متوجہ ہیں اور خیر کی بات ہو رہی ہے۔ جب نکاح پڑھیں گے اس وقت بھی دعا کرتے ہوئے اللہ کی طرف دل متوجہ ہوں گے۔ گویا بچے اور بچی کو آپ کی طرف سے دعاؤں کی شکل میں تحفہ مل رہا ہوگا۔

کیونکہ یہ اجتماع کا موقع ہے اس لئے بعض دوستوں نے نیک لوگوں کی دعائیں لینے کے لئے آج کے دن نکاح کروانا پسند کیا ہے۔ اس مجمع میں سینکڑوں علماء موجود ہیں، کئی شیوخ الحدیث موجود ہیں، کئی

مدارس کے مہتمم حضرات موجود ہیں، کئی حفاظ قرآن موجود ہیں کئی حفاظ حدیث موجود ہیں اور معلوم نہیں کہ کتنے تہجّد گزار موجود ہیں۔ ان کو ان سب کی دعائیں نصیب ہوں گی اور اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کی برکت سے ان دوستوں پوری زندگی خوشیاں نصیب ہوں گی۔

نکاح کی تقریب میں قبول اسلام:

ہم نے یورپ اور امریکہ میں دیکھا کہ نکاح کی محفل کو دیکھ کر کئی غیر مسلم عورتیں اور مرد مسلمان ہو جاتے ہیں۔ہم نے نکاح کی ایک تقریب میں بیان کیا۔پھر نکاح پڑھا۔جس لڑکی کا نکاح تھا وہ ایک دفتر میں کمپیوٹر انجینئر تھی، اس کے دفتر کی دوسری لڑکیاں بھی آئی ہوئی تھیں ...... ان میں سے کئی غیر مسلم بھی تھیں۔وہ نکاح کی اس تقریب سے متاثر ہو کر کہنے لگیں کہ اسلام میں تو بہت ہی احسن طریقے سے نکاح ہوتا ہے لہٰذا ہم بھی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتی ہیں۔

افراط وتفریط سے بچیں:

چونکہ اسلام دین فطرت ہے اس لئے ہمیں اعتدال سکھاتا ہے۔لیکن جب انسان اپنی عقل کی بنیاد پر فیصلے کرتا ہے تو وہ افراط وتفریط کا شکار ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے پریشانیاں اس کا مقدر بن جاتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ لوگ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے بچیوں کو گھر سے رخصت کرتے ہیں اور وہ دوسرے دن روتی ہوئی گھر آجاتی ہیں۔گویا نکاح کی جو اصل روح تھی وہ نکل چکی ہے اور مردہ باقی رہ گیا ہے۔یاد رکھیں کہ جو عمارت دین کی بنیاد پر بنے گی اللہ تعالیٰ اس کو پائیداری عطا فرمائیں گے۔

قابل افسوس واقعہ:

لاہور میں ایک صاحب کی بیٹی کی شادی ہونی تھی۔اس نے ایک سال پہلے اس کی پلاننگ شروع کر دی۔ کارڈ چھپوائے اور بڑے پیسے خرچ کئے۔حتیٰ کہ اس نے یہاں تک انتظام کیا کہ اس نے بارات کے

ساتھ آنے والے ہر مہمان کے گلے میں ایک ہزار روپے کا ہار ڈالا۔ اور وہ برتن جن میں باراتیوں نے کھانا کھایا وہ پتھر کے بنے ہوئے انمول قسم کے برتن تھے۔ وہ برتن اس نے خود بنوائے تھے۔ ان برتنوں پر اس نے اس شادی کی یادگار بھی لکھوائی تھی۔ ہر باراتی کو اجازت تھی کہ وہ اپنے استعمال میں آنے والے برتن یادگار کے طور پر لے جا سکتا ہے۔

ادھر لڑکے والوں نے بھی کیا خوب انتظام کیا کہ چڑیا گھر سے کرایے پر ہاتھی لے آئے دولہا میاں اس ہاتھی پر بیٹھ کر سسرال پہنچا...... جیسے جنگ کرنے چلا ہو...... اس کے علاوہ بھی انہوں نے پیسہ پانی کی طرح بہایا۔

جب رخصتی ہوگئی اور مرد گھر واپس آئے تو عورتوں نے لڑکی کے والد سے پوچھا کہ حق مہر کتنا مقرر کیا ہے؟ اس وقت ان کو خیال آیا کہ ہم نے تو نکاح پڑھا ہی نہیں ہے۔ تب انہوں نے باراتیوں کی طرف پیغام بھجوایا کہ بارات کو یہیں راستے میں ہی روک لیا جائے تاکہ بچی کا نکاح کرنے کے بعد اس نئے گھر میں داخل کیا جائے۔

اندازہ کیجئے کہ اتنے پیسے خرچ کئے اور اتنے عرصے سے پلاننگ کی۔ ہر چیز کا تو خیال رکھا لیکن اللہ کے حکم کا خیال نہ رکھا۔ یہ دین سے دوری کا نتیجہ ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ دینداری کی بنیاد پر اپنے نئے گھر کی بنیاد رکھتے ہیں وہ دنیا ہی میں جنت کے مزے لیتے ہیں۔

دنیا میں جنت کے مزے:

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا تعلق سکھ گھرانے سے تھا۔ آپ ابتدائے جوانی میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے لیا۔ حتیٰ کہ آپ دورۂ حدیث کے درجے تک پہنچ گئے۔

آپ یہ واقعہ خود سنایا کرتے تھے کہ جب میرے سسر کو ان کے گھر والوں نے کہا کہ اب ہماری بچی جوان

ہے اس لئے کوئی مناسب رشتہ تلاش کر کے نکاح کر دینا چاہیے۔ وہ پنجاب کے مدارس کے دورے پر نکلے تاکہ انہیں اپنی بچی کے لئے کوئی عالم فاضل نوجوان مل سکے۔حتی کہ دارالعلوم دیوبند پہنچ گئے ۔ جب انہوں نے دورۂ حدیث کی کلاس کو دیکھا تو ان کی نگاہیں میرے اوپر ٹک گئیں ۔ انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ سے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ سکھ گھرانے سے تعلق رکھتا ہے اور مسلمان ہو کر ہمارے پاس علم حاصل کیا ہے۔انہوں نے پوچھا، کیا یہ شادی شدہ ہے؟ شیخ الہندؒ نے فرمایا نہیں، انہوں نے شیخ الہندؒ سے پوچھا، کیا یہ شادی کرنا چاہتا ہے؟ تو میرے استاد محترم نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم شادی کرنے کے لئے تیار ہو؟ میں نے عرض کیا، حضرت! میں مسلمان ہوں اور میرا سارا خاندان کافر ہے، اب مجھ اکیلے کو کون اپنی بیٹی دے گا۔انہوں نے پوچھا کہ اگر کوئی اپنی بیٹی آپ کو دے تو آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا، حضرت! میں اس سنت کو ضرور ادا کروں گا، میں اس کے ترک کا گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ چنانچہ میرے سسر صاحب نے فرما دیا کہ کل عصر کے بعد نکاح ہو گا۔

فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے دوستوں کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ کل میرا نکاح ہے۔طلباء طلباء ہی ہوتے ہیں ۔ وہ یہ سن کر مجھ سے محبّت پیار کی باتیں کرنے لگ گئے ۔کافی دیر کے بعد ایک دوست نے کہا، جی آپ کے کپڑے بڑے میلے ہیں لہذا آپ کو چاہیے کہ آپ کسی دوست سے ادھار کپڑے لے لیں اور وہ پہن کر نکاح کی تقریب میں جائیں ۔ میں نے کہا کہ میری عزت نفس اس بات کو گوارا نہیں کرتی ، میں جو کچھ ہوں سو ہوں ، میں ادھار تو نہیں مانگوں گا......طلباء بھی منطقی ہوتے ہیں ، آسانی سے نہیں چھوڑتے ...... چنانچہ وہ کہنے لگے، اچھا اگر کسی دوسرے سے نہیں مانگنا تو آپ اسی سوٹ کر دھو کر دوبارہ پہن سکتے ہیں تاکہ صاف کپڑے ہوں۔حضرت کے اپنے الفاظ ہیں کہ۔

''میرے بھیڑ کد پئے''یعنی میری بدبختی آ گئی کہ میں نے اپنے دوست کی بات مان لی چنانچہ میں نے

اگلے دن دھوتی باندھی اور کپڑے دھو لیے۔ سردی کا موسم تھا اور اوپر سے آسمان ابر آلود ہو گیا۔ عصر کا وقت آ گیا۔ میں نے مسجد کے ایک طرف کپڑے ہوا میں لہرانے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی دعائیں بھی مانگنی شروع کر دیں کہ اے اللہ! ان کپڑوں کو خشک فرما دے۔ اور موسم کی خرابی کی وجہ سے کپڑے خشک ہونے پر نہیں آ رہے تھے۔ حتی کہ عصر کی اذان ہو گئی اور میں نے سردی کے موسم میں گیلے کپڑے پہنے اور مجمع میں آ کر بیٹھ گیا، لیکن میرے سسر کا دل بھی سونے کا بنا ہوا تھا کہ ان کی نظر ان چیزوں پر بالکل نہیں تھی، انہوں نے دیکھا کہ کل بھی یہی کپڑے تھے اور میلے تھے اور آج بھی وہی کپڑے ہیں اور گیلے ہیں اور اس کے پاس کوئی دوسرا جوڑا بھی نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ کچھ عرصے کے بعد رخصتی ہو گئی۔

ابتداء کے چند دنوں میں میرے اوپر فاقے آئے کیونکہ میں طالب علم تھا اور تازہ تازہ پڑھ کر فارغ ہوا تھا۔ کمائی کا کوئی ایسا سلسلہ بھی نہیں تھا۔ کبھی کھانے کو مل جاتا اور کبھی نہ ملتا۔ کچھ عرصہ میری دلہن میرے گھر میں رہی۔ اس کے بعد جب وہ اپنے والدین کے گھر گئی تو اس کی والدہ نے اس سے پوچھا، بیٹی! تو نے اپنے نئے گھر کو کیسے پایا؟ فرماتے ہیں کہ میری بیوی تقیہ، نقیہ، نیک اور پاک عورت تھی، اس کی نظر میری دینداری پر تھی، چنانچہ اس نے اس کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی والدہ سے کہا،

”اماں! میں تو سمجھتی تھی کہ مر کر جنت جائیں گے لیکن میں جیتی جاگتی جنت میں پہنچ گئی ہوں“۔

حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے۔

”میرے سسر نے مجھے اس وقت پہچان لیا تھا جب احمد علی احمد علی نہیں تھا اور آج تو احمد علی احمد علی ہے“۔

نیک بیوی کی چار نشانیاں:

نبی علیہ السّلام نے نیک بیوی کی چار نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔

۱)...... پہلی نشانی یہ ہے کہ جب اس کو خاوند کسی بات کا حکم کرے تو وہ اس کے حکم کو مانے۔ضد کرنے والی نہ ہو۔ماں باپ کو اپنی بچیوں کی تربیت کرنی چاہیے اور سمجھانا چاہیے کہ تم نے خاوند کے پاس جانا ہے تو ضد نہ کرنا۔اپنی بات منوانے کی بجائے اس کی مان کر زندگی گزارنا، اسی میں برکت ہوتی ہے۔ یہ بات ضرور سمجھانی چاہیے کیونکہ میاں بیوی کا ناز و انداز کا ایک تعلّق ہوتا ہے اور لڑکیاں اکثر چھوٹی چھوٹی بات پر ضد کرنے لگ جاتی ہیں۔

۲)...... دوسری نشانی یہ ہے کہ جب خاوند اس کی طرف دیکھے تو اس کا دل خوش ہو جائے ۔ کیا مطلب؟......مطلب یہ ہے کہ وہ گھر میں صاف کپڑے پہنے۔ایسا نہ ہو کہ جب وہ گھر سے نکلے تو فیشن ایبل کپڑے پہنے اور گھر میں بھنگن بنی پھرے۔ یہ بھی نہ ہو کہ گھر میں گندی سی بنی رہے اور اس کے بدن سے بو آ رہی ہو اور باہر نکلے تو خوشبوئیں لگا کر نکلے۔شریعت نے اس کو پسند نہیں کیا،ایک تو صاف ستھری بن کر رہے اور دوسرا اس کے چہرے پر خاوند کے لئے مسکراہٹ ہو۔ یہ نہ ہو کہ ہر وقت ہی موڈ بنائے رکھے۔

۳)...... تیسری نشانی یہ ہے کہ اگر خاوند کسی بات پر قسم کھالے تو تم ایسا کرو تو وہ اس کی قسم کو پورا کردے۔

۴)...... چوتھی نشانی یہ ہے کہ جب خاوند گھر میں نہ ہو تو وہ اس کے مال اور آبرو کی حفاظت کرے۔

میاں بیوی کے درمیان جھگڑے کی وجہ:

میاں بیوی کے قرب کے بارے میں شریعت مطہّرہ نے حیران کن حد تک تصور پیش کیا ہے۔کئی لوگ درمیان میں میاں بیوی میں جدائی کا سبب بنتے ہیں۔ایسے لوگوں سے محتاط رہنا چاہیے۔ایک اصول یاد رکھنا کہ عام طور پر میاں بیوی ایک دوسرے کی وجہ سے آپس میں نہیں جھگڑتے بلکہ ہمیشہ کسی تیسرے کی

وجہ سے جھگڑتے ہیں۔ وہ تیسرا یا تو لڑکے کے ماں باپ اور بہن بھائی ہوتے ہیں یا لڑکی کے ماں باپ اور بہن بھائی۔ اس لئے شریعت نے کہا کہ تم آپس میں ایک رہو اور کسی اور کی طرف دھیان ہی نہ دو۔

ایک علمی نکتہ:

یہاں ایک علمی نکتہ طالب علم ہونے کے ناطے آپ کی خدمت میں عرض کرتا چلوں۔ فقہا نے لکھا ہے کہ اگر میاں بیوی کے مابین کوئی رنجش ہو اور کوئی ان کی صلح کرانے والا ہو تو اگر اس کو کوئی بات خلاف واقعہ بھی کہنی پڑے یعنی اس نیت سے جھوٹ بھی بولنا پڑے تا کہ میاں بیوی آپس میں صلح کر لیں تو اللہ تعالیٰ اس کی پکڑ نہیں فرمائیں گے۔ وہ ہوگا تو جھوٹ مگر اس کی نیت کی وجہ سے اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ یہاں سوچنے کی بات ہے کہ اگر میاں بیوی کے تعلّق جوڑنے میں اللہ رب العزت نے اپنے حق کو معاف کر دیا تو پھر ماں باپ کو کہاں اجازت ہے کہ وہ اپنے حق کی خاطر میاں بیوی میں جدائی ڈلواتے پھریں۔ آج ساس کہتی ہے کہ میں ماں ہوں، چنانچہ بیٹے کو کہتی ہے کہ میری بات مانو اور اپنی بیوی کو سیدھا کر کے رکھو۔ تم ماں ہو، تمہاری اپنی ایک حیثیت ہے، مگر وہ بھی تو اس کی بیوی ہے اس لئے اس کا بھی اپنا ایک مقام ہے۔ بیوی کو بیوی کے مقام پر رکھئے اور ماں کو ماں کے مقام رکھئے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ رب العزت لیلۃ القدر میں چند بندوں کی مغفرت نہیں کرتے، حالانکہ باقی سب کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ ان میں سے ایک تو وہ ہے جو دل میں کینہ رکھے اور دوسرا وہ بندہ جو میاں بیوی کے مابین جدائی ڈالنے والا ہو۔

گھریلو جھگڑوں کا آسان حل:

شادی کے بعد میاں بیوی آپس میں یہ طے کر لیں کہ خاوند لڑکی کے تمام رشتہ داروں کو خوش رکھنے کی ذمہ داری قبول کرے اور لڑکی خاوند کے تمام رشتہ داروں کو خوش رکھنے کی ذمہ داری قبول کر لے۔ جب لڑکی

اپنوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتی ہے اور لڑکا اپنے رشتہ داروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے تو پھر آپس میں لڑائیاں ہوتی ہیں۔ اس کا آسان حل یہ ہے کہ بیوی اپنے خاوند سے نسبت رکھنے والے رشتہ داروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرے اور خاوند لڑکی کے رشتہ داروں کو خوش رکھنے میں لگا رہے، اس طرح دونوں کی زندگی میں مشکلات ختم ہو جائیں گے۔

تحمل مزاجی کی ضرورت:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو دیکھ کر مسکراتا ہے اور بیوی اپنے خاوند کو دیکھ کر مسکراتی ہے تو اللہ رب العزت دونوں کو دیکھ کر مسکراتے ہیں۔ یعنی پروردگار عالم چاہتے ہیں کہ میرے بندے پیار محبّت کی زندگی گزاریں۔ میاں بیوی جتنی محبّت بھری زندگی گزاریں گے اللہ رب العزت کے ہاں اجر پائیں گے۔ اس لئے میاں بیوی میں تحمل مزاجی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ تحمل مزاجی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کوئی بات سنے یا دیکھے تو پہلے سوچے اور پھر کوئی قدم اٹھائے۔ اور آجکل یہ ہوتا ہے کہ پہلے قدم اٹھا لیتے ہیں اور بعد میں سوچتے ہیں کہ اوہو میں نے برا کر لیا ہے۔ اس لئے آ کر کہتے ہیں کہ حضرت! میں دوستوں میں تو بڑا خوش رہتا ہوں لیکن جب گھر جاتا ہوں تو پتہ نہیں کیا ہے کہ دماغ گرم رہتا ہے۔ اصل میں تیرے پیچھے شیطان لگا ہوتا ہے اور وہ تیرے دماغ کو گرم کر رہا ہوتا ہے۔

مسنون عمل کی برکت:

ایک مرتبہ میرے پاس کوئی میاں بیوی آئے۔ وہ دونوں سلسلہ میں بیعت تھے۔ وہ دونوں تقریباً اس بات کا فیصلہ کر چکے تھے کہ اب ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ دونوں پڑھے لکھے اور نوجوان تھے۔ ان کو یہ احساس ہوا کہ اگر ہم نے ایسے ہی فیصلہ کر لیا حضرت صاحب کو کیا بتائیں گے...... یہ حضرت صاحب کو بتانا بھی کئی دفعہ ہدایت کا سبب بن جاتا ہے۔ اس سے کچھ احساس ہوتا ہے کہ جن

لوگوں کی نسبت کسی نہ کسی متبع شریعت وسنت بزرگ کے ساتھ ہے وہ عقائد وغیرہ کے تمام فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

جتنے لوگ بھی دین بدلتے ہیں یا منکرین حدیث بنتے ہیں، وہ سب لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا کہیں بھی بیعت کا تعلّق نہیں ہوتا۔ گویا کسی نہ کسی شیخ کے ساتھ اصلاحی تعلّق کا ہونا انسان کے لئے فتنوں سے بچاؤ کا سبب بن جاتا ہے۔

جب ان دونوں نے کہا کہ ہم اپنی خوشی سے ایک دوسرے سے جدا ہونے کے لئے تیار ہیں تو اس عاجز کو بھی بات سمجھ آگئی کہ ان کی زندگی میں چھوٹی چھوٹی باتوں میں مس انڈرسٹینڈنگ ہے جو بڑھتی چلی جا رہی ہے اور درمیان میں کوئی ٹھوس وجہ نہیں ہے۔ جب مجھے یہ بات سمجھ آگئی تو میں نے ان سے کہا کہ تم ایسا کرو کہ تم اپنے فیصلے کو چھ مہینوں تک مؤخر کرلو اور ایک کام میں بتاتا ہوں، اس پر عمل کرنے کا تم وعدہ کرو۔ انہوں نے کہا، جی ٹھیک ہے ہم وعدہ پورا کریں گے۔ میں نے خاوند سے وعدہ لیا کہ جب بھی وہ اپنے دفتر سے گھر آئے گا، وہ آتے ہی اپنی بیوی کو مسکرا کر دیکھے گا۔

اب یہ دیکھنے میں تو چھوٹی سی بات ہے لیکن یہ سنت نبوی ﷺ بھی ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السّلام جب بھی گھر میں تشریف لاتے تھے، مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ تشریف لاتے تھے۔

اس عاجز نے دیکھا کہ یہ خاوند اصل میں بزنس کرتا ہے۔ اسی بزنس کے پریشر کی وجہ سے جب وہ گھر میں آتا ہے تو اس کا منہ بنا ہوا ہوتا ہے اور بیوی بیچاری دو گھنٹے سے بھوکی بیٹھی ہوتی تھی اور وہ میاں صاحب دسترخواں پر آکر بیٹھتے تو کھانے میں نقص نکالنا شروع کر دیتے۔ اب عورت کا دل ہوتا ہی کیا ہے۔ وہ تو اور زیادہ پریشان ہو جاتی تھی۔

جب میں نے کہا کہ گھر میں مسکراتے چہرے کے ساتھ داخل ہونے کا وعدہ کرو تو اس نے کہا، حضرت! یہ تو چھوٹی سی بات ہے۔ میں نے کہا، ہاں ہے تو چھوٹی سی، مگر وعدہ کرو کہ پابندی کرو گے۔ چنانچہ اس نے وعدہ کرلیا۔ چھ مہینے تو بڑی بات تھی صرف ایک مہینے کے بعد ان کا فون آیا کہ حضرت! ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم ساری زندگی اکٹھے گزاریں گے کیونکہ ہمیں خوشیوں بھری زندگی نصیب ہوگئی ہے۔ ہوتا یہ تھا کہ جب خاوند گھر آ کر بیوی کو مسکرا کر دیکھتا تھا تو مسکراہٹوں کے دروازے کھل جاتے تھے...... یہ رہنمائی ہوتی ہے جو شیخ نے دینی ہوتی ہے کہ تمہاری کونسی عادت ہے تمہارے لئے مصیبت کا سبب بنی ہوئی ہے۔

پیار محبّت کی باتیں:

بیوی کی خوش طبعی کے لئے اس کے ساتھ پیار محبّت کی باتیں کرنا نہایت ضروری ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی اہلیہ محترمہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نو عورتوں کو واقعات سنائے۔ یہ نو عورتیں آپس میں مل کر بیٹھیں اور اپنے اپنے خاوندوں کی صفات بتانا شروع کیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت نے اپنے خاوند کے بارے میں یہ کہا، دوسری نے یہ کہا، تیسری نے یہ کہا...... جب آپ ﷺ نے نو کی نو عورتوں کی باتیں بتا دیں تو فرمایا کہ جس عورت کا خاوند سب سے بہترین صفات کا حامل تھا میں اس سے بھی تمہارے لئے زیادہ اچھا ہوں...... کیا آپ بھی نے اپنی بیوی کا دل خوش کرنے کے لئے ایسی باتیں کی ہیں۔ ہمارے ہاں ایسا تو نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمیں خوش رکھنا اس کا فرض ہے اور اسے تنگ کرنا ہمارا فرض ہے۔

بیٹیوں کو تین سورتوں کی تعلیم:

ایک بات یاد رکھیں کہ ماں باپ اپنی لڑکی کو گھر میں سورۃ الحجرات، سورۃ النور اور سورۃ النساء کا ترجمہ لازمی پڑھانے کی کوشش کریں کیونکہ سورۃ الحجرات میں اخلاق کو سنوارنے کے لئے تعلیمات ہیں، سورۃ النور

میں حیا اور پاکدامنی کی زندگی گزارنے کی باتیں ہیں اور سورۃ النساء میں میراث اور بچوں کے بارے میں مسائل موجود ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جب گھر میں باپ اپنی بیٹیوں کو نیکی کی تعلیم نہیں دیتا اس گھر کے مردوں اور مُردوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

اعتدال کی زندگی بسر کریں:

میاں بیوی کو چاہیے کہ وہ اعتدال کی زندگی بسر کریں۔ کئی لوگ تو اپنے مال کو عورت کو تنگ کرنے کے لئے انسٹرومنٹ (اوزار) کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنی بیویوں کو ایسا تنگ کر کے رکھتے ہیں کہ وہ بیچاریاں خوشی کا سانس بھی نہیں لے سکتیں۔ یہ بھی ٹھیک نہیں۔ نہ تو ان کو اتنا آزاد چھوڑ دو کہ وہ گناہوں کی مرتکب ہوں اور نہ ہی ان کو اتنا تنگ کر دو کہ وہ اپنی موت کی تمنائیں کریں۔ خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق اس کے ساتھ اچھی زندگی گزارے۔ ہمارا یہ تجربہ ہے کہ مسلمان گھرانوں کی ننانوے فیصد لڑکیاں جب ماں باپ کے گھر سے رخصت ہوتی ہیں تو وہ اپنے اگلے گھر کو آباد کرنے کی نیت سے جاتی ہیں۔ اب خاوند پر منحصر ہے کہ اگر اس نے اسے اچھی طرح ہینڈل کیا تو گھر آباد ہو جائے گا اور اگر اچھی طرح ہینڈل نہ کیا تو گھر برباد ہو جائے گا۔

عورتوں میں حوروں والی صفات:

حضرت اقدس تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات عورتوں میں حوروں کی کئی صفات قرآن مجید میں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے دو ایسی ہیں جو دنیا کی عورتوں میں بھی بعض اوقات پائی جاتی ہیں۔

ا۔ پہلی صفت ہے عُرُبًا (الواقعہ: 37) یعنی وہ خاوندوں سے محبّت کرنے والیاں ہیں۔ مسلمان بچیاں بھی جب گھر سے چلتی ہیں تو وہ اپنے دلوں میں اپنے خاوند کی محبّت بھی لے کر چلتی ہیں۔ وہ خاوند پر دل نچھاور

کرنے والیاں اور جان فدا کرنے والیاں ہوتی ہیں۔

۲۔ دوسری صفت ہے قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ (الرحمن:56) یعنی وہ غیروں سے اپنی نگاہیں ہٹانے والیاں ہیں۔مردوں کی نگاہیں عورتوں کی نسبت زیادہ ناپاک ہوتی ہیں۔عورتیں ایسی نہیں ہوتیں کہ جس کو دیکھا دل میں طمع کیا کہ یہ میرے پاس ہو۔ یہ مردوں کی گندی عادت ہوتی ہے کہ جس عورت کو بھی دیکھیں، خواہ وہ کالی ہو، گوری ہو، نیلی ہو یا پیلی ہو،اسی کے بارے میں تصور کر لیتے ہیں کہ یہ میرے پاس ہوتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔

منفی سوچ سے بچیں:

منفی سوچ سے بچیں۔ ذرا ذرا سی بات پر منفی سوچ انسان کو بڑا نقصان دیتی ہے۔پھر انسان شکی مزاج بن جاتا ہے۔یاد رکھیں کہ جس کو شک کا مرض ہوتا ہے اس کا دین بھی خطرے میں ہوتا ہے اور دنیا بھی۔اس شک کی تو یہاں تک انتہا ہے کہ اگر بچی اپنے سگے بھائی سے بھی مسکرا کر بات کر لیتی ہے تو اس پر بھی اس کو شک ہونا شروع ہو جاتا ہے۔اس شک کی کوئی حد نہیں ہے۔اس لئے اس شک سے اللہ کی پناہ مانگا کریں۔

پیار کا نام:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام عبداللہ تھی۔اللہ کے محبوب ﷺ ان کو نہ تو نام لے کر پکارتے تھے اور نہ ہی کنیت سے، بلکہ پیار سے حمیرا فرمایا کرتے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر خاوند اپنی بیوی کا کوئی ایسا نام پسند کرے جو بیوی کو بھی پسند ہو تو یہ ایک Token of love (محبّت کا سرٹیفیکیٹ) ہوتا ہے۔اگر اس نام سے اس کو پکارے گا تو پھر اس بیوی کو محبّت کا ایک پیغام بھی مل رہا ہوگا۔ یہ نبی علیہ

السّلام کی سنت ہے۔

غلط فہمی دور کرلیا کریں:

اگر کسی وجہ سے کوئی غلط فہمی پیدا ہو جائے تو جب تک وہ غلط فہمی دور نہ ہو جائے اس وقت تک آپ اطمینان نہ پائیں۔ایک دوسرے کو سمجھا لینے میں اور منا لینے میں کونسی رکاوٹ ہوتی ہے۔کسی بات پر بھی ضد نہ کیا کریں۔اگر بیوی کسی وقت کوئی بات نہیں مان رہی ہوگی تو آپ دیکھیں گے کہ کسی دوسرے موقع پر معافی بھی مانگ رہی ہوگی اور بات بھی مان رہی ہوگی۔اسی طرح بیوی یہ سوچے کہ اگر ایک وقت خاوند کوئی بات نہیں مان رہا تو میں اب ضد اور جھگڑا نہ کروں، بلکہ کسی دوسرے موقع پر وہ میری بات بھی مان لے گا اور مجھے اور زیادہ پیار اور محبّت بھی دے گا۔

جھوٹ سے بچیں:

جھوٹ کی زندگی سے بچیں۔جب خاوند اپنی بیوی سے اپنی زندگی کو چھپانا شروع کر دیتا ہے یا بیوی اپنے خاوند سے اپنی زندگی کو چھپانا شروع کر دیتی ہے تو سمجھ لو کہ گھر کی بربادی کی واضح نشانی موجود ہے۔کیونکہ یہ تعلّق تو بنایا ہی اسی لئے گیا ہے کہ خاوند جب ساری دنیا کا ستایا ہوا گھر آ کر پہنچے تو اپنے دل کا سب کچھ اپنی بیوی کے سامنے کھول دے۔کیا دیکھتے نہیں ہیں کہ جب اللہ کے محبوب ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی آپ ﷺ پر اس کا بوجھ تھا۔آپ ﷺ نے سب سے پہلے گھر میں آ کر فرمایا۔

خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِىْ زَمِّلُوْنِىْ زَمِّلُوْنِىْ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔

اور آگے سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تسلّیاں دینے لگیں کہ

والله انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقرى ء الضيف وتعين على نوائب الحق

اللہ کی قسم! آپ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں، آپ بے سہاروں کا سہارا بننے والے ہیں، جن کے پاس کچھ نہ ہو آپ ان کو کما کر دینے والے ہیں۔ آپ مہمان نوازی کرنے والے ہیں اور آپ اچھی باتوں پر مدد کرنے والے ہیں۔

اچھی بیوی کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس کو تسلّیاں دے اور اس کے غم کو دور کر دے اور اگر بیوی کسی وجہ سے پریشان ہو جائے تو اچھے خاوند کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس کے غم کو دور کرے۔ بعض اوقات دو میٹھے بول بھی بندے کا غم دور کر دیتے ہیں۔ ان دو لفظوں میں اتنی مٹھاس ہوتی ہے کہ ساری دنیا کی چینی مل کر بھی اتنی مٹھاس پیدا نہیں کر سکتی۔

بیوی کے ساتھ دوڑ لگانا:

ایک مرتبہ نبی علیہ السّلام ایک جہاد پر تشریف لے گئے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ جب آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا،

''حمیرا! چلو دوڑ لگائیں''

اب بتائیے کہ اللہ کے محبوب ﷺ کے دل میں اللہ رب العزت کا کتنا خوف تھا لیکن اپنی اہلیہ کو دوڑ لگانے کا فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ بیوی سے محبّت و پیار کی بات کرنا نہ تو خشیت الٰہی کے منافی نہیں ہے۔ اور نہ ہی معرفت الٰہی کے راستے میں رکاوٹ ہے۔

جب دوڑ لگائی تو نبی علیہ السّلام نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خود آگے نکلنے کا موقع دے دیا۔ جب وہ آگے نکل گئیں تو بہت خوش ہوئیں۔ نبی علیہ السّلام خاموش ہو گئے۔

کافی عرصے کے بعد پھر ایک مرتبہ اسی طرح سفر پر نکلے اور ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ نبی علیہ السّلام نے پھر ارشاد فرمایا، حمیرا! چلو دوڑ لگائیں۔ اب کی بار جب دوڑے تو اب نبی علیہ السّلام آگے نکل گئے۔ آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا،

حمیرا ! تلك بتلك پہلے تو جیت گئی تھی اب میں جیت گیا ہوں۔

دوڑ لگانے کا مقصد بیوی کا دل خوش کرنا تھا۔ یہ بھی نبی علیہ السّلام کی سنت ہے۔ اگر میں آپ سے پوچھوں کہ آپ میں سے کس کس نے اس سنت پر عمل کیا ہے تو آپ میں سے تھوڑے ہی اٹھیں گے۔ حلوے کھانے والی سنتیں یاد ہیں۔ یہاں یہ مسئلہ بڑا پوچھا جاتا ہے کہ حلوہ پہلے کھانا سنت ہے یا بعد میں کھانا سنت ہے۔ دل چاہتا ہے کہ بندہ انہیں کہے کہ میاں! پہلے بھی کھاؤ اور بعد میں بھی کھاؤ، مگر جس کا کھاؤ اسی کے گیت گاؤ۔

یہ باتیں اس لئے کر دی ہیں کہ ممکن ہے کہ آج کی ان باتوں سے اللہ تعالیٰ کسی گھر کے جھگڑوں کو دور کر دے اور میاں بیوی کو پیار محبّت کی زندگی نصیب ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ اس عاجز کی اسی وجہ سے مغفرت ہو جائے۔ لہٰذا ''میرا پیغام محبّت ہے جہاں تک پہنچے''۔

اللہ رب العزت ہم سب کو محبّتوں بھری خوشگوار زندگی نصیب فرما دے اور جب بچوں کو آج نکاح کے ذریعے زندگی کا ساتھی بنایا جا رہا ہے اللہ رب العزت ان کو قابل رشک اور کامیاب زندگی نصیب فرما دے۔ (آمین بحرمۃ سید المرسلین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ